بصارت اور بصیرت

پہلے قلم اٹھاؤں تو حمدِ خدا لکھوں
پھر سجدہ کر کے نعتِ شہِ مصطفےٰ لکھوں
دل کو لگا کے منقبتِ مرتضےٰ لکھوں
آنسو بہا کے حالِ شہِ کربلا لکھوں

ہاتھوں پہ دسترس ہے کلیجہ کو تھام لوں
آنکھوں کا ہے جو کام وہ آنکھوں سے کام لوں

احوالِ اشک و سلسلۂ چشمِ تر لکھوں
افسانۂ جراحتِ قلب و جگر لکھوں
ٹپکے قلم سے خون جو غم کا اثر لکھوں
آئے جو کچھ نظر تو حدیثِ نظر لکھوں

ڈالوں نظر نجف پہ جو تابِ نظر ملے
دیکھوں فلک کو، دیدۂ بینا اگر ملے

آنسو بہا کے ذکرِ شہ بحر و بر کروں
دُنیا کے ضبطِ درد کو زیر و زبر کروں
خونِ جگر سے بزم میں پلکوں کو تر کروں
اشکوں کی بوند بوند کو رشکِ گہر کروں

ہر اشکِ خوں میں لعل و گہر کی سی شان ہو
آنکھوں پہ جوہری کی دکاں کا گمان ہو

قُدسی لگا سکیں گے کچھ اِن آنسوؤں کا بھاؤ
رضوانِ خُلد جانتا ہے اِن کا رکھ رکھاؤ
حُوروں کو اشتیاق ہے کہتی ہیں لاؤ لاؤ
اِن موتیوں سے خُلد کے ایوان کو سجاؤ

ان کا کوئی جواب نہیں زیبِ زین میں
آنکھوں تک آئے ہیں یہ عزائے حسینؑ میں

آنسو نہیں ہیں بحرِ عزا کے گہر ہیں یہ
باغِ ولائے آلِ نبیؐ کے ثمر ہیں یہ
ہدیہ برائے سیّدِ عالی نظر ہیں یہ
قطرے نہیں ہیں پانی کے کحل البصر ہیں یہ

دیتے ہیں یہ سکون ہر اِک بیقرار کو
پل بھر میں صاف کرتے ہیں دل کے غبار کو

آنکھیں اسی لئے ہوئیں انسان کو عطا
روتے رہیں یہ یادِ شہنشاہِ کربلا
سینوں سے ہاتھ پلکوں سے آنسو ہوں جُدا
مِل جائے سلسبیل سے آنکھوں کا سلسلہ

ماتم میں اہلِ بیت کے یہ خوں چکاں ہیں
آنکھیں رہیں تو آنکھوں سے آنسو رواں رہیں

آنکھیں عطائے خاص ہیں پروردگار کی
تصویر دیکھتے ہیں خزاں کی بہار کی
کرتے ہیں سیر دشت کی اور لالہ زار کی
اُمید انہیں سے رکھتے ہیں دیدارِ یار کی

ساغر کے منتظر ہیں نہ جام سفال کے
پیتے ہیں اِن سے گھونٹ شرابِ جمال کے

آنکھوں سے خیر و شر کی فضا دیکھتے رہیں
ہنگامہ ہائے امن و وغا دیکھتے رہیں
کس رُخ پہ چل رہی ہے ہوا دیکھتے رہیں
اِن کھڑکیوں سے ارض وسما دیکھتے رہیں

کرنے کو امتیازِ صواب و گناہ کا
پھیلا ہے کائنات میں دامن نگاہ کا

آنکھیں ہی سیر بین ہیں آنکھیں ہی جامِ جم
محتاج ان کے زیست میں ہیں ہر قدم پہ ہم
وہ راستہ ہو دیر کا، یا جادۂ حرم
آنکھیں نہ ہوں تو ٹھوکریں کھائیں بہر قدم

صحرا میں بھی کشش ہے کچھ بوستاں میں ہے
آنکھیں نہ ہوں تو ہیچ ہے جو کچھ جہاں میں ہے

کچھ حد نہیں ہے اُس کرمِ بے حساب کی
آنکھوں میں وسعتیں ہیں جہانِ خراب کی
کرنے کو سیر ساحلِ سیلِ پُر آب کی
دریا کو بھی عطا ہوئیں آنکھیں حباب کی

کلیوں کی صورتیں نظر آئیں دُھلی ہوئی
نرگس کی آنکھ بھی ہے چمن میں کھُلی ہوئی

رہتے ہیں حال سامنے دن اور رات کے
دو پتلیوں میں رنگ ہیں کُل کائنات کے
آثار قہر کے ہیں کبھی التفات کے
آنکھیں نہیں دریچے ہیں قصرِ حیات کے

جلووں کا سلسلہ بھی ہے تارِ نگاہ سے
دل میں بھی کوئی آئے تو آنکھوں کی راہ سے

زلفوں کے بل جبیں کی گرہ ابروؤں کے خم
مژگاں کے تیر چشمِ حسیناں کا کیف و کم
عارض کے رنگ چاہِ زنخداں لبوں کا نم
جو کچھ ہمیں دکھائیں یہ سب دیکھتے ہیں ہم

نفرت پہ اختیار نہ کچھ دخل میل میں
دل تو فقط کھلونا ہے آنکھوں کے کھیل میں

آنکھیں نہ ہوں تو جلوۂ حسنِ بتاں فضول
ناز و ادا و عشوہ غلط، شوخیاں فضول
رنگِ نہاں فضول، جمالِ عیاں فضول
آنکھیں نہ پڑھ سکیں تو ہر اک داستاں فضول

آنکھیں ہی زشت و خوب کے پردے اٹھاتی ہیں
آنکھیں ہی بزمِ دوست کا رستہ بتاتی ہیں

آنکھیں کھلیں تو رنگِ زمانہ ہو آشکار
آنکھیں اٹھیں تو اٹھنے لگے خود حجابِ یار
آنکھیں کہیں جو قصۂ دل، آئے اعتبار
آنکھیں ملیں تو دل کے تعلق ہوں استوار
آنکھیں صلاح کار ہیں جوشِ شباب کی
دو کٹنیاں ہیں یہ دلِ خانہ خراب کی

آنکھیں خدا نے دی تھیں ہمیں بھی حسین و مست
کہتے تھے بے پیے ہوئے سب ہم کو مے پرست
ہر جنبشِ مژہ تھی طلسمِ کشاد و بست
نظروں میں اپنی ایک تھے سارے بلند و پست
آئینہ دیکھ دیکھ کے مسرور رہتے تھے
بے بادہ نشہ رہتا تھا مخمور رہتے تھے

آنکھوں میں تھا جو کیفِ جوانی بھرا ہوا
تھا نشۂ شباب مسلسل جما ہوا
لیکن تھا گھات میں یہ بڑھاپا لگا ہوا
آیا جو ہوش سوچ رہے ہیں یہ کیا ہوا
رخصت ہوا شباب تو آنکھوں کا رس گیا
مدت سے چھا رہا تھا جو بادل برس گیا

بزمِ جہاں سیاہ ہے آنکھوں کے واسطے
دشوار ہر نگاہ ہے آنکھوں کے واسطے
مشکل ہر ایک راہ ہے آنکھوں کے واسطے
تابِ نظر گناہ ہے آنکھوں کے واسطے
اُٹھیں اگر تو رنج اُٹھانے کے واسطے
رستہ چلیں تو ٹھوکریں کھانے کے واسطے

انساں کی اس بصارتِ ظاہر کا یہ کمال
روشن رُخِ حیات کے جس سے ہوں خدّوخال
لیکن ہر اک عروج کو دُنیا میں ہے زوال
پیشِ نگاہ آج ہے اپنی ہی خود مثال
پہلے تھا کتنا نور اندھیری فضاؤں میں
پڑھتے تھے خطِ شوق ستاروں کی چھاؤں میں

گزرا شباب آ گیا ضعفِ بصر کا دَور
ایک ایک نقشِ صاف پہ کرنا پڑا ہے غور
دُنیا بدل گئی ہے جو بدلا نظر کا طور
اب دیکھنا ہے کیا ہمیں آنکھیں دکھائیں اور
کیا غم جو سیر و دید کے قابل نہیں رہے
لیکن دُعا یہ ہے کہ بصیرت لُو نہیں رہے

بیشک بصارت اور بصیرت میں فرق ہے
جیسے حکایت اور حقیقت میں فرق ہے
زخموں میں اور دردِ محبت میں فرق ہے
الفاظ کے معانی و صورت میں فرق ہے

آنکھیں تو صرف لفظ کی صورت شناس ہیں
مطلب تمام اہلِ معانی کے پاس ہیں

معنی شناس کرتے نہیں صورتوں کا غم
اُن کی نظر میں اصل حقیقت ہے محترم
ہنس ہنس کے جھیل لیتے ہیں دُنیا کا ہر ستم
ملتی ہے یہ بصیرتِ باطن بہت ہی کم

دولت عطا یہ ہوتی نہیں ہے عوام کو
ملتی ہے انبیاء کو فقط یا امام کو

وہ ذات جس کو کہتے ہیں سردارِ انبیاؑ
مقصودِ کُن، محیطِ کرم، مخزنِ عطا
تخلیقِ اوّلیں، شہِ لولاک، مصطفےٰؐ
شاہِ عرب شہنشہِ کونین و ماسوا

نورِ خدا سے خلق ہوا نور بن گیا
خود ناظرِ تجلّی، مستور بن گیا

ذاتِ محمدِ عربی ہے وہ پاک ذات
آئینہ جس کے واسطے تھی بزمِ شش جہات
اُس کو کھلی کتاب تھے اسرارِ کائنات
وہ شاہدِ شہود وہی ناظرِ حیات

روشن تھے اُس پہ حال عدم اور وجود کے
پردے اُٹھے ہوئے تھے غیاب و شہود کے

عنوانِ آفرینش و سرنامۂ وجود
اُس کی نظر کے سامنے اقلیمِ ہست و بود
آئینہ اس کے واسطے کونین کی نمود
کیوں اس کے نام پر نہ زمانہ پڑھے دُرود

حسنِ نظر بھی اس میں صفاتِ ضمیر بھی
وہ باصرہ نواز بھی تھا اور بصیر بھی

اُترا زمینِ مکّہ پہ اس آن بان سے
صلِّ علیٰ کی آئی صدا آسمان سے
گزرا مصیبتوں کے ہر اک امتحان سے
دیکھا مآلِ کار بصیرت کی شان سے

حسن و جمالِ ذاتِ احد دیکھتی ہوئی
آنکھیں ازل سے تا بہ ابد دیکھتی ہوئی

بعثت سے اس کی دورِ جہاں جگمگا اُٹھا
آتی تھی ذرّہ ذرّہ سے آوازِ مرحبا
آتشکدوں میں سرد ہوئی آتشِ بلا
تثلیث کا طلسمِ کہن ٹوٹنے لگا
کچّے تھے جتنے رنگ وہ سب چھوٹنے لگے
دیکھا نظر اُٹھا کے تو بُت ٹوٹنے لگے

بدلا معاشرے کا سِسکتا ہوا نظام
انساں کو ایک سطح پہ لایا یہ اہتمام
ہر ایک کو بتا دیا جس کا تھا جو مقام
آقا جو تھے غلاموں کو کرنے لگے سلام
چھینٹیں جو دامنوں پہ پڑی تھیں وہ دُھل گئیں
آنکھیں تھیں جن کی بند ابھی تک وہ کُھل گئیں

صادق، امین، مصلح و ہادی و راہبر
ہر ذہن و دل کے دردِ مسلسل کا چارہ گر
ہر اک کی دیکھ بھال ہر اک بات پر نظر
جس پر خدا کو ناز ہو اِس شان کا بشر
آنکھوں سے سب کی پردۂ غفلت اُٹھا دیا
ہر کم نظر کو دیدۂ بینا عطا کیا

چھوڑا بتوں کو ہو گئے بندے خدا پرست
آلودگئ کفر سے نکلے خدا پرست
کرنے لگے جفاؤں سے توبہ جفا پرست
آئے گروہِ حق میں مگر کچھ ہوا پرست

وحدانیت کی راہ نہ دیکھی کھلی ہوئی
آنکھوں پہ اور دلوں پہ تھیں مہریں لگی ہوئی

تھے سب کے دل کے حال سے واقف حبیبِ ربّ
کہتے نہ تھے زباں سے کبھی کچھ شہِ عرب
آئینہ ہونے والے تھے اعمال اور سبب
رازِ درونِ کسی کا نہ لاتے تھے تابہ لب

پردہ منافقوں کا اٹھانے میں دیر تھی
ابنِ علیؓ کے دہر میں آنے کی دیر تھی

شیرِ خدا علیؓ ولی شاہِ بوتراب
مولائے کائنات مشیت کا انتخاب
زیبِ زمینِ کعبہ شہِ آسماں جناب
برجِ شرف کا مہر حقیقت کا آفتاب

دیں کا حصار ساقئ کوثر سخی علیؓ
دل کی زباں پکار رہی ہے علیؓ علیؓ

ہادی علیؑ رفیق علی رہنما علیؑ
منزل علیؑ مراد علی مدعا علیؑ
ساحل علیؑ سفینہ علی ناخدا علیؑ
اُن سے جُدا نبیؐ نہ نبی سے جُدا علیؑ
پھیلی ہوئی شمیم اخوت کے پھول کی
ٹھنڈی تھیں اُن کو دیکھ کے آنکھیں رسولؐ کی

آئینۂ ضیائے رُخِ مصطفےٰ علیؑ
تصویرِ حسنِ روئے حبیبِ خدا علیؑ
جلوہ علی جمال علی حق نما علیؑ
اُمت میں اور رسولؐ میں اِک واسطہ علیؑ
اُن میں تجلیٔ رُخِ دلجوئے مصطفےٰ
دیکھا انھیں تو دیکھ لیا روئے مصطفےٰ

ہر سانس جس کی گلشنِ اسلام کی بہار
مختارِ دیں متاعِ پیمبر کا ورثہ دار
ایمان کا وقار شریعت کا افتخار
مذہب کا اعتماد، طریقت کا اعتبار
سینے میں بحرِ علم لدنی لئے ہوئے
نظریں رُخِ رسولؐ کی جانب کئے ہوئے

پیدا ہوئے تو کعبہ پکارا کہ مرحبا
کھولی جو آنکھ سامنے تھا روئے مصطفیٰؐ
پھر کچھ سنبھالا ہوش تو بعثت کا دور تھا
پہلے انھیں کو دولتِ ایماں ہوئی عطا

خادم ملک ہیں جن کے وہ انسان ہیں یہی
اہلِ نظر میں سابق الایمان ہیں یہی

کیونکر نہ ہوتے سارے زمانے سے سرفراز
یہ ذات وہ ہے جس پہ نبیؐ نے کیا ہے ناز
ہر ایک رازِ حق کے تھے یہ آشنائے راز
حاصل ہے یہ انھیں کو زمانے میں امتیاز

بے شک یہ انتخابِ خدا و رسولؐ ہیں
داماد مصطفیٰؐ کے ہیں زوجِ بتول ہیں

چشمِ نبیؐ میں سارے زمانے سے معتبر
زوجِ بتولؑ شبّر و شبیر کے پدر
ہیں بس یہی مدینۂ علمِ نبیؐ کا در
اسلام کا حصار تو ایمان کی سپر

ایماں کی دیکھ بھال میں شام و سحر رہے
اسلام پہ ہو وار تو سینہ سپر رہے

اللہ سے رسولؐ کا حیدر پہ اعتماد
ہر سخت معرکے میں کیا ہے انہی کو یاد
تعمیل حکم کر کے ہمیشہ ہوئے یہ شاد
تلوار سے جہاد کبھی نیند سے جہاد

آیا نہ خوفِ جاں دلِ پُر اعتماد میں
شامل تھی نیند بھی شبِ ہجرت جہاد میں

ہجرت کی شب ملا انھیں بسترِ رسولؐ کا
محصور چار سمت سے تھا گھر رسولؐ کا
نرغے میں دشمنوں کے برادر رسولؐ کا
تنہا علی کی ذات تھی لشکر رسولؐ کا

دل میں رسولِ حق کی محبت لیے ہوئے
سوتے تھے اپنی جاگتی قسمت لیے ہوئے

راہِ خدا میں کون تھا ان کا سا جانفروش
سر برکف و رجز بہ زبان و کفن بدوش
ایک اک نفس میں خدمتِ دینِ نبی کا جوش
حق کوش حق پسند حق آگاہ حق نیوش

ہمت کو رزم گہ میں نہیں ہارتے ہیں یہ
ہمتِ جہاد موت کو للکارتے ہیں یہ

اُن کی نظر میں موت حیاتِ ابد کا نام
اُن کی نگاہ واقفِ اسرارِ صبح و شام
تھا اُن کے مشوروں پہ ہی اسلام کا نظام
ذات اُن کی تھی حبیبِ رسولِ فلک مقام

شانِ خلوص و رنگِ ریا جانتے تھے یہ
کھوٹے کھرے کے فرق کو پہچانتے تھے یہ

دُنیا بدل گئی تھی جو بعد رسُولِؐ پاک
گلزارِ دیں میں چاروں طرف اُڑ رہی تھی خاک
حیدر کو تھا حفاظتِ قرآں میں انہماک
اظہارِ حق میں کوئی تکلف نہ کوئی باک

کوئی خلافِ شرع اگر لب کشا ہوا
نعرہ بلند حق کا کیا گونجتا ہوا

جاری منافقوں سے رہی تاحیات جنگ
دبنے نہ پائی خدمت اسلام کی اُمنگ
باطل کے رُخ کی پردہ دری میں تھا درنگ
مذہب کے تھے محافظِ ناموس و نام و ننگ

ایماں کی سمت سے کبھی آنکھیں نہ بند کیں
ہر مرحلے پہ حق کی صدائیں بلند کیں

الغرض جو بعد نبیؐ دیکھتے تھے خواب
ناپاک جن کے عزم تھے اور نیتیں خراب
مقصد یہ تھا کہ پھر سے وہی آئے انقلاب
حدِ گناہ ختم ہو بہنے لگے شراب

ایمان لائے تھے جو دکھانے کے واسطے
اُٹھے خدا کا دین مٹانے کے واسطے

لیکن ابھی زمانے میں موجود تھے علی
وارث رسولِ پاک کے اسلام کے ولی
حق بیں نگاہ آئینۂ قلب منجلی
باطل کی بات سامنے اُن کے نہیں چلی

چہرہ منافقوں نے پھر اپنا دکھا دیا
مسجد میں اُن کو جامِ شہادت پلا دیا

آیا جہاں میں جب حسنِ باصفا کا دور
اربابِ ظلم ہونے لگے بے نقاب اور
کچھ حال پر نگاہ نہ کچھ عاقبت پہ غور
دیکھے امامِ دیں نے بدلتے ہوئے جو طور

اپنا کمال حلم و بصیرت دکھا دیا
کچھ دن کو صلح کر کے یہ فتنہ دبا دیا

اپنی جگہ پہ ظلم کے دِل کو نہ تھا قرار
باقی ابھی تھی گلشنِ اسلام میں بہار
پایا نہ کچھ بصیرتِ ایماں پہ اختیار
آئی منافقت کی ادا پھر بروئے کار
ظاہر نفاق و ظلم کا مضمون ہو گیا
زہراب سے امام کا دل خون ہو گیا

سمجھے کہ اب محافظِ ایماں نہیں رہا
اسلام کے چمن کا نگہباں نہیں رہا
حامئ دیں محافظِ قرآں نہیں رہا
انساں کے درد کا کوئی پرساں نہیں رہا
فسق و گنہ پہ ٹوکنے والا کوئی نہیں
ظلم و ستم سے روکنے والا کوئی نہیں

باقی ہیں اب رسولؐ نہ موجود ہیں امیر
اب ذہنِ ظلم فکرِ حسنؑ میں نہیں اسیر
کوئی جگا سکے گا نہ اب قوم کا ضمیر
شبیرؑ تو مزار پہ جد کے ہیں گوشہ گیر
دیکھیں گے صرف اپنے ہی انجام کی طرف
یہ کیوں نظر اٹھائیں گے اسلام کی طرف

وہم غلط میں اپنے ادھر ظلم مبتلا
اور اس طرف حسینؑ دل و جانِ مصطفےٰؐ
دیکھا کئے زمانے کی بدلی ہوئی ہوا
قبرِ نبیؐ پہ منتظرِ حکمِ کبریا

سنتے ہوئے صدائے فغاں کائنات کی
تصویر صبر و شکر کی عزم و ثبات کی

بنتِ نبیؐ کی گود کا پالا ہوا حسینؑ
انوار سرمدی سے اجالا ہوا حسینؑ
نانا کی تربیت سے سنبھالا ہوا حسینؑ
سانچے میں اعتبار کے ڈھالا ہوا حسینؑ

تنہا امین مصحفِ پروردگار کا
وارث نبیؐ کے حلم کا اور ذوالفقار کا

ایمان کے چراغ کی تابندگی حسینؑ
جس سے اجالا دین کا وہ روشنی حسینؑ
سبط نبیؐ و ابن بتول و علی حسینؑ
آدم کو جس پہ ناز ہو وہ آدمی حسینؑ

قرآں کی آیتوں کے معانی حسینؑ ہیں
اسلام کی تمام جوانی حسینؑ ہیں

سیرت میں آپ نقشِ نبیؐ ہو بہو حسینؑ
صورت جو دیکھیے تو علیؑ ہو بہو حسینؑ
رشتے ثبات و صبر کی ہیں آبرو حسینؑ
تھی جو دلِ خلیلؑ میں وہ آرزو حسینؑ

تھی مومنوں پہ چشمِ عنایت حسینؑ کی
آنکھیں حسینؑ کی تھیں بصیرت حسینؑ کی

نورِ چراغِ کعبہ و شمعِ حرم حسینؑ
رمز آشنائے سرِّ وجود و عدم حسینؑ
آئینۂ سخاوت و جود و کرم حسینؑ
ایماں میں ڈھلے ہوئے سر تا قدم حسینؑ

غم تھا نہ زندگی کا رضائے الٰہ میں
ظاہر سے بے نیاز تھے باطن نگاہ میں

نکلے مدینہ چھوڑ کے سُن کر صدائے دیں
انجامِ کار دیکھتی تھی چشمِ پیش بیں
بلوا رہی تھی دشتِ مصیبت کی سرزمیں
اربابِ دہر رہ گئے کہتے نہیں نہیں

لازم تھا جد کے دین کے پیغام کا جواب
دینا تھا استغاثۂ اسلام کا جواب

قرآں بلا رہا تھا اُدھر آئیے حسین
اِن دشمنوں سے دیں کو بچا جائیے حسین
اب اور انتظار نہ فرمائیے حسین
انصار جتنے لا سکیں سب لائیے حسینؑ

دشمن نبیؐ کے راہ مری گھیرنے کو ہیں
اِک اِک ورق پہ خطِ غلط پھیرنے کو ہیں

اسلام دے رہا تھا دہائی مجھے بچاؤ
اے وارثِ رسولؐ اِدھر آؤ جلد آؤ
بڑھنے لگا ہے ظلم و جہالت کا پھر دباؤ
ابنِ علی، یہ وقت مدد ہے، قدم اٹھاؤ

مجھ سا کوئی غریب نہیں بے نوا نہیں
حامی جہاں میں کوئی تمھارے سوا نہیں

جمہور کی صدا تھی کہ ہے انتہائے جبر
اُٹھا ہے گھر کے جور و جفا و ستم کا ابر
سانسیں محال ہو گئیں گھر بن گئے ہیں قبر
حد ہو گئی ہے صبر کی ہوتا نہیں ہے صبر

ظالم پہ اختیار ستم گر پہ بس نہیں
اب آپ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں

تقویٰ صدائیں دیتا تھا، مجھ کو نہیں پناہ
جاتی ہے میکدے کی طرف ایک ایک راہ
ہے اب اوامر اور نواہی میں اشتباہ
عین ثواب ہو گیا ہے اب تو ہر گناہ

باقی نہیں ہے فرق حرام و حلال کا
اب صرف آسرا ہے محمدؐ کی آل کا

یہ سُن کے پھر حسینؑ کے دِل کو رہی نہ تاب
اُٹھے مزارِ جد سے بصد درد و اضطراب
رو رو کے روحِ مصطفویؐ سے کیا خطاب
اے بادشاہ عرش مکانؐ فلک جناب

کی وضع اختیار وہ اُمت نے آپ کی
جو کچھ بتا دیا تھا بصیرت نے آپ کی

بچپن میں آپ سے جو سُنا تھا وہ یاد ہے
جو درس ابتدا میں ملا تھا وہ یاد ہے
سرکار نے جو ہم سے کہا تھا وہ یاد ہے
وعدہ حضورؐ سے جو کیا تھا وہ یاد ہے

اتنی مدد حضورؐ کریں آسمان سے
ہٹنے نہ پائیں اپنے قدم امتحان سے

ہے آپ کا تو ساری خدائی پہ اختیار
ہے منتظر اشارے کی مرضیِ کردگار
چاہیں تو آپ بھیج دیں جن و ملک ہزار
لیکن نواسا آپ کا ہو آپ پر نثار

نصرت کی ہے طلب نہ مدد چاہیئے مجھے
صبر و ثباتِ حق کی سند چاہیئے مجھے

دیکھے ہیں اس زمیں پہ بہت ایسے ستخیز
ہم کو ڈرا سکے گا نہ ہنگامۂ ستیز
برچھی ہو سامنے وہ ہو خنجر کہ تیغِ تیز
قربانیوں سے ہم کو نہیں ہے کوئی گریز

ایسا نہ ہو کہ ہم سے فرائض ادا نہ ہوں
بابا کو غم نہ ہو کہیں اماں خفا نہ ہوں

منظر کچھ اور ہی تھا ادھر عرش کے قریں
بیٹھے تھے اپنے نور کی منزل میں شاہِ دیں
موجود فاطمہ بھی تھیں حیدر بھی تھے وہیں
اپنی جگہ جناب حسن بھی تھے جاگزیں

سنتے ہوئے بغور حسینی خطاب کو
سب دیکھتے تھے روئے رسالتماب کو

حاضر تھے جبرئیلِ امیں پر سمیٹ کر
موجود تھا فرشتوں کا لشکر بہ کرّ و فر
جائیں ابھی زمیں پہ اشارہ ملے اگر
بس دیکھتے تھے سرورِ کونینؐ کی نظر

اس وقت شانِ مصطفویؐ انتہا پہ تھی
پیہم نظر لگی ہوئی حق کی رضا پہ تھی

کہتے تھے فاطمہ سے شہنشاہِ بحر و بر
یہ فخرِ کائنات ہے بیٹی ترا پسر
اس کی فقط رضائے الٰہی پہ ہے نظر
اللہ سے ملی ہے اسے چشمِ معتبر

دنیا کے وسوسوں کو یہ گردانتا نہیں
حق کے علاوہ غیر کو پہچانتا نہیں

اس کی نظر میں کرب و بلا کا ہے سب مآل
یہ دیکھتا ہے دشمنِ دینِ خدا کی چال
معلوم ہے کہ جان بچانا ہے اب محال
لیکن جبیں پہ کوئی شکن آئے کیا مجال

عزم و ثبات و ضبط میں یہ بے مثال ہے
ایسا نہ کیوں ہو یہ مرے حیدر کا لال ہے

فرماتے ہیں علی سے شہِ آسماں جناب
اے میرے جانشین میرے بھائی بوتراب
دنیا کو دوں حسینؑ کا لائے گی کیا جواب
پورے نہ ہو سکیں گے کبھی دشمنوں کے خواب
کر دے گا رشکِ خُلد یہ ساری زمین کو
خود جان دے گا اور بچالے گا دین کو

دیکھو حسن یہ بھائی کے تیور یہ آن بان
کر دے گا یہ بلند جہاں میں مرا نشان
پیچھے ہٹائے گا نہ اسے کوئی امتحان
کس ابتلا کے دور میں ہے میرا خاندان
کوئی کمی نہ آئے گی اب اعتماد میں
تم بھی تو ہو شریک حسینی جہاد میں

فرمایا جبرئیل سے اے حق کے نامہ بر
محتاج ماسوا کا نہیں ہے مرا پسر
اس کے لئے بنی ہے شہادت کی رہگذر
کہہ دے جو یہ ابھی تو الٹ جائیں بحر و بر
اس کی نظر میں سلسلۂ ہست و بود ہے
پڑھتے رہو درود یہ وقتِ درود ہے

دیکھو مدینہ چھوڑ کے نکلا مرا حسینؑ
ہے جو خدا کی راہ اسی پر چلا حسینؑ
کعبہ میں بھی اماں جو نہیں پا سکا حسینؑ
رُخ کر کے جا رہا ہے سوئے کربلا حسینؑ

وہ دشت مرکزِ شرف و ارتقا بھی ہے
کعبہ بھی ہے مدینہ بھی ہے کربلا بھی ہے

دیکھو حرم بھی ساتھ ہیں انصار بھی ہیں ساتھ
حق کی رضا کے سارے طلب گار بھی ہیں ساتھ
اس لشکرِ خدا کے علمدار بھی ہیں ساتھ
اصغر بھی ساتھ عابد بیمار بھی ہیں ساتھ

دیکھا ہے کائنات میں ایسا وجیہہ بھی
شبّیر کے جلو میں ہے میری شبیہہ بھی

ہاں اے فرشتگانِ مقرّب کرو نظر
دیکھو وہ کربلا میں ہوا چاند جلوہ گر
جنگل کی تیرگی میں اُجالا ہے کس قدر
ایک ایک ذرّہ دشت کا ہے روکشِ قمر

مٹّی سے پھوٹتی ہے کرن آفتاب کی
سب روشنی ہے یہ پسرِ بوتراب کی

دیکھو وہ فوجِ ظلم بڑھی نور کی طرف
آتے ہیں کس غرور سے میداں میں صف بہ صف
طبل و علم کے ساتھ بجاتے ہیں چنگ و دف
گھرنے کو ہے بلاؤں میں ابنِ شہِ نجف

چاروں طرف ہیں ظلم کی موجیں اُٹھی ہوئی
اللہ سے حسینؑ کی ہے لَو لگی ہوئی

اے انبیاء کہاں ہو ذرا دیکھو یہ سماں
ہوتا ہے آج میرے نواسے کا امتحاں
پانی سے روکنے لگے دریا کے پاسباں
بچے بلک رہے ہیں تو روتی ہیں بیبیاں

ڈر ہے حسینیوں میں نہ رنج و ہراس ہے
حاصل ہر ایک کو نگہِ حق شناس ہے

شبیر پر نثار ہیں انصارِ باصفا
پروائے جاں کسی کو نہ غم اپنی موت کا
اپنے امام کے لئے ہو جائیں گے فدا
ایسے رفیق کس کو میسر ہوئے بھلا

شبیر کے فدائی ہیں سینہ سپر ہیں سب
حق بین و حق نگاہ ہیں اہلِ نظر ہیں سب

دیکھو تو کربلا کی طرف حضرتِ خلیل
اک لشکرِ کثیر ہے اک قافلۂ قلیل
سب اِس طرف شریف ہیں سب اُس طرف ذلیل
بیتاب کیوں نہ ہوں کوثر و تسنیم و سلسبیل

سب اپنی اپنی پیاس بہیں تو بجھائیں گے
یہ تشنہ لب وہاں سے اسی سمت آئیں گے

اپنے غضب کو روک لیے اے ربِ ذوالجلال
اندھی ہے کور چشم ہے یہ فوجِ بدخصال
ان کو خبر نہیں ہے کہ ہونا ہے کیا مآل
اس ظلمِ بے پناہ کا ہونا ہے اب زوال

دوں دخل تیرے عدل میں یہ کیا مجال ہے
امت ادھر ہے اور ادھر میری آل ہے

کرتے تھے عرش پر تو پیمبر یہ گفتگو
آمادۂ فساد ادھر دین کے عدو
شبیر درمیاں میں تھے فوجیں تھیں چار سو
اس سمت سو سے کم تھے ادھر لاکھ جنگ جو

آتے تھے ہر طرف سے رسالے بڑھے ہوئے
نیزے اٹھے کمانوں کے چلے چڑھے ہوئے

آمادۂ قتال ہوئی جب سپاہِ شام
اُٹھ کر نمازِ صبح پڑھانے لگے امام
ہونے لگا غریبوں پہ فوجوں کا اژدہام
عاشور کی سحر کو ہوئیں حجتیں تمام
نیّت بندھی تو محوِ غمِ ماسوا ہوئے
تیروں کی بارشوں میں بھی سجدے ادا ہوئے

جاری ابھی تھی رکعتِ اوّل کہ غُل اُٹھا
یہ کون فوجِ شام سے آتا ہے دیکھنا
گھوڑا بڑھائے تیر کی صورت اُڑا ہوا
مُڑ مُڑ کے دیکھتا ہوا تلوار تولتا
دُشمن ہے یا سفیر یہ امن و اماں کا ہے
بادِ بہار ہے کہ یہ جھونکا خزاں کا ہے

اُٹھے سلام پھیر کے عباس نامدار
دیکھا کہ آ رہا ہے کوئی مردِ شہسوار
مجبور و بے حواس و پریشان و بیقرار
جس طرح کوئی آتشِ دوزخ سے ہو فرار
آیا قریب شاہ تو ٹھہرا نہ زین پر
گھوڑے سے گر پڑا وہ تڑپ کر زمین پر

سبطِ نبی کے پاؤں پکڑ کر کہا حضور
حالانکہ عفو کے نہیں قابل مرا قصور
آنکھیں تھیں بند مجھ کو نہیں تھا ذرا شعور
نادم ہوں مجھ سے ہو گئیں گستاخیاں ضرور

پردے پڑے تھے آنکھ پہ کچھ سوجھتا نہ تھا
کیا کر رہا ہوں خود مجھے اس کا پتا نہ تھا

خیمے میں اپنے نیند نہیں آئی رات بھر
شب کاٹ دی ہے کروٹیں لے کر اِدھر اُدھر
طعنے دیئے ضمیر نے کیا کیا نہ تا سحر
میری خطا معاف ہو یا سیّد البشر

کل تک پھنسا تھا عہدہ و لشکر کے جال میں
ڈوبا ہوں آج خود عرق انفعال میں

شبّیر نے گلے سے لگا کے کہا کہ بھائی
دل میرا صاف ہے نہ کرو پیش تم صفائی
عہدہ یہی ہے مال یہی ہے یہی کمائی
اللہ نے نجات کی صورت تمہیں دکھائی

دل سے نکال ڈالو اگر کچھ گمان ہو
اب سے ہمارے دوست ہو تم میہمان ہو

دل اپنا کہہ رہا تھا کہ حُر آئے گا ضرور
جو کچھ ہوا ہے اُس پہ بھی پچھتائے گا ضرور
قصرِ بلند خلد میں اک پائے گا ضرور
قرباں نبیؐ کے نام پہ ہو جائے گا ضرور

ایمان اور یقین سے چہرہ نکھر گیا
خوش ہوں کہ تیرا زنگ بصیرت اُتر گیا

حُر وہ جری، وہ مردِ مجاہد وہ شہسوار
شبیرؑ کی طرف سے بڑھا بہر کارزار
میداں میں آکے بولا کہ اے فوجِ بدشعار
تم پہ مرا نسب مری جرأت ہے آشکار

رشتہ ہر ایک منصب شاہی سے توڑ کے
حق کی طرف میں آیا ہوں باطل کو چھوڑ کے

لوہے کو میری تیغ کے سب مانتے ہو تم
کس طرح جنگ کرتا ہوں یہ جانتے ہو تم
کیوں خاک دشتِ ظلم کی اب چھانتے ہو تم
سبطِ نبیؐ کو کیا نہیں پہچانتے ہو تم

کیا حوصلہ گروہ ظلوم و جہول کا
لاکھوں کو بس ہے ایک نواسا رسولؐ کا

وہ تو امام ابنِ امام ان کی بات کیا
اُن کے غلام کا نہیں آسان سامنا
اِک وار میں صفیں نہ رہیں گی کہیں بچا
ہو جائے گا محال جو چاہو گے بھاگنا
مانگو اماں تو ضامنِ امن و پناہ ہوں
اس وقت تک رفیق ہوں اور خیر خواہ ہوں

اے ابنِ سعد کون سے گوشے میں ہے نہاں
کام آئیں گے نہ تیغ و سپر، تیر اور کماں
ابنِ زیاد کندۂ دوزخ ہے بے گماں
آ میں تجھے حسینؑ سے دلواؤں گا اماں
کل تک رفیقِ جنگ تھا تو آشنا ہوں میں
دوزخ سے تو بچا رہے یہ چاہتا ہوں میں

جب فوجِ اشقیا نے سُنا حُر کا یہ کلام
ہنسنے لگے غرور سے وہ کبر کے غلام
کہنے لگے کہ دور سے اپنا تجھے سلام
کیا اپنے بادشاہ کے ہم ہیں نمک حرام
پانی پیئے ہیں ہم نے بہت گھاٹ گھاٹ کے
میداں سے جائیں گے سرِ شبیر کاٹ کے

حُر نے کہا ڈپٹ کے بس اے بد زباں خموش
کیا کہہ رہا ہے تو تجھے اتنا نہیں ہے ہوش
سر بر کف و حیات بدست و کفن بدوش
ابنِ علی کے ساتھ بہتّر ہیں جانفروش
احکام اگر ملیں شہِ عالی صفات کے
تختے اُلٹ کے پھینک دیں یہ کائنات کے

تم کیا ہو، صرف بندۂ زر حرص کے غلام
تم کو خدا سے کام نہ تم کو نبیؐ سے کام
آئے ہو کر کے چند غریبوں پہ ازدہام
بھولو نہ یہ کہ سخت ہے قدرت کا انتقام
بعدِ فنا جب آتشِ دوزخ جلائے گی
اپنے ہر اک ستم کی تمھیں یاد آئے گی

یہ سُن کے ابنِ سعد پکارا کہ اے جواں
تو اپنے ہوش میں ہے نہ قابو میں ہے زباں
آثار سحر کے تری باتوں سے ہیں عیاں
ورنہ کہاں تھے ابنِ علی اور تو کہاں
تو بھی خلافِ شاہ زباں کھولنے لگا
جادو ہے سر پہ چڑھ کے جو یوں بولنے لگا

لاریب تیری تیغ نے جوہر دکھائے ہیں
ہر معرکے میں خون کے دریا بہائے ہیں
انعام تُو نے تیغ زنی کے بھی پائے ہیں
لیکن حسین اپنے نہیں ہیں پرائے ہیں
مِل جُل کے لطف و عیش میں کچھ دن گزار دیں
لشکر میں لوٹ آ ترا جادو اُتار دیں

حُر نے دیا جواب کہ مغرور خود پرست
کیوں افسری کے نشّہ میں اتنا ہوا ہے مست
تُو پست ذہن پست ہے تیرا خیال پست
اپنی نجات کا مجھے کرنا تھا بندوبست
جو وقت ساتھ تیرے گزارا وہ بھول کی
خدمت میں اب تو آیا ہوں سبطِ رسُولؐ کی

لشکر ترا اب ان کو ستائے یہ کیا مجال
اُن کی طرف نگاہ اُٹھائے یہ کیا مجال
سبطِ نبیؐ کا خون بہائے یہ کیا مجال
کوئی ذرا قریب تو آئے یہ کیا مجال
تیری تمام فوج کو تنہا سنبھال لوں
دیکھے جو اُن کی سمت تو آنکھیں نکال لوں

میں تو سمجھ رہا تھا کہ ہو گی ذرا سی بات
سُلجھیں گے گفتگو سے ہی سارے معاملات
معلوم اب ہوا ہے جو تھا مقصدِ حیات
حاصل ہوئی غلامیٔ آقائے کائنات

ہوں اپنے ہی ضمیر کی آواز دیکھ لے
جادو نہیں حسین کا اعجاز دیکھ لے

باتوں میں وقت ٹالتا ہے جنگ کو نکل
تجھ کو ذرا چکھاؤں ہے کیا لذّتِ اجل
نکلیں پڑے ہوئے ہیں تری عقل میں جو بل
یہ زندگی جو آج ہے کچھ اور ہو گی کل

باطل سمجھ لے دہر کے عز و وقار کو
اِک روز منہ دکھانا ہے پروردگار کو

یہ سُن کے تلملا گیا وہ شاہ کا عدو
نشتر کی طرح دل میں چبھی حُر کی گفتگو
طیش آ گیا رگوں میں اُبلنے لگا لہو
آنے لگی عناد کی ایک ایک نفس سے بُو

فوجوں سے بولا کام نہیں ایر پھیر کے
کر دو ہلاک اب اسے میداں میں گھیر کے

حُر کی طرف جھپٹ کے چلی فوجِ بدنہاد
بدذات، شرپسند، دنی، بانیٔ فساد
تعداد پر غرور تھا طاقت پہ اعتماد
حرص و ہوس کے صید غلامی کے خانہ زاد

نعرے یزیدیت کے لگاتے ہوئے بڑھے
اک دوسرے کے دل کو بڑھاتے ہوئے بڑھے

حُر نے نکالی نیام سے شمشیر آبدار
خارا شگاف، کوہ شکن اور عدو شکار
جوہر طراز، برق طپاں، قہر کردگار
وہ آب و تاب، تاب و تواں جس پہ ہوں نثار

دم خم میں تیز آ ہوئے طرار کی طرح
برسائے خون ابرِ گہربار کی طرح

چلنے لگے تو اس کی روانی نظر نہ آئے
بہنے لگے تو گھاٹ کا پانی نظر نہ آئے
گردن کو قطع کر دے نشانی نظر نہ آئے
تن کو جلا دے شعلہ دہانی نظر نہ آئے

طوفان گیر و دار اُٹھاتی ہوئی چلے
سیلِ فنا کی دھار دکھاتی ہوئی چلے

اتنی گراں کہ دوشِ عدو سہ نہیں سکے
اتنی سبک ہے ٹک کے کہیں رہ نہیں سکے
اتنی خموش بات کوئی کہہ نہیں سکے
طوفاں اٹھائے خون کے خود بہہ نہیں سکے

سانسیں رُکیں ہوا کو اگر ارتعاش دے
کھولے کوئی زبان تو فقرے تراش دے

تلوار پر جو نادِ علی کر چکا تھا دم
گمراہوں کو دکھاتی تھی فوراً رہِ عدم
چلتی تھی بار بار مچلتی تھی دم بدم
تھی اتنی تیز رو کہ ٹھہرتے نہ تھے قدم

سب پر عیاں تھی اور کوئی راز بھی نہ تھی
چلتی تھی یوں کہ پاؤں کی آواز بھی نہ تھی

گردن بتائے پاؤں قلم کر کے ڈال دے
سر کی طرف اُٹھے تو کلیجہ نکال دے
گرتے ہوؤں کو دوشِ ہوا پر اُچھال دے
بے مثل ہے وغا میں کوئی کیا مثال دے

چمکی اٹھی فضاؤں میں بجلی چمک گئی
قبضے میں تھی یہ حُر کے مگر دُور تک گئی

دائیں طرف گئی کبھی بائیں طرف گئی
یہ صف ادھر تباہ اُدھر سے وہ صف گئی
سر کاٹتی گلوں کو بتاتی ہدف گئی
نیزہ بدست اور کبھی خنجر بکف گئی
بھاگے کوئی تو باندھ لے زنجیر کی طرح
سر پہ جو ہو سپر تو چلے تیر کی طرح
سیدھی چلے تو آب رواں اس کو جانیئے
اُلٹی گرے تو گرز گراں اس کو جانیئے
چمکے اگر تو برقِ تپاں اس کو جانیئے
اک شعلۂ شرار فشاں اس کو جانیئے
قبضے میں ہے اجل جو اس آتش صفات کے
دم بھر میں پھونک دیتی ہے خرمن حیات کے
دستے اِدھر گئے تو رسالے اُدھر گئے
اوراقِ جسم اُڑنے لگے سر بکھر گئے
پایا نہ کوئی امن کا رستہ جدھر گئے
خوف اجل سے سینکڑوں بے موت مر گئے
لاشوں کے ڈھیر بن گئے دیوار راہ کی
مسدود ہو کے رہ گئیں راہیں پناہ کی

برقِ اجل جو کوند کے گرتی تھی بار بار
تھی زندگی کی شکل نہ کوئی بجز فرار
قابو دماغ پر نہ دلوں پر تھا اختیار
گھوڑوں کو چھوڑ چھوڑ کے بھاگے تھے شہسوار

پشتِ فرس سے کوئی گرا اضطراب میں
اُلجھا ہوا تھا پاؤں کسی کا رکاب میں

حُر کے ہر ایک وار پہ تھا حشر کا گماں
پیرِ فلک کو دیکھتے تھے فوج کے جواں
بارِ حیات اتنا ہر اک پر ہوا گراں
جو تیر کی طرح تھے وہ قد ہو گئے کماں

ٹوٹے وہ بند تھے جو ابھی تک رُکے ہوئے
بھاگے سروں کو اپنے بچا کر جُھکے ہوئے

لاکھوں کے سامنے تھا اکیلا حُرِ جری
چاروں طرف کے وار کو کیا روکے آدمی
پیہم لگے جو زخم ہوئی زور میں کمی
سر ہو گیا فگار، سپر ہاتھ سے گری

سینہ ہجوم زخم سے غربال ہو گیا
آخر گرا زمین پہ بے حال ہو گیا

آواز دی کہ دیکھئے اے سیدالانام
وقتِ اجل ہے آپ پہ صدقے ہے یہ غلام
کیجئے دعائے خیر مرے واسطے امام
ہو عاقبت بخیر یہ دنیا ہوئی تمام

اپنی کسی خطا کی نہ مجھ کو سزا ملے
روزِ جزا شفاعتِ خیرالوریٰ ملے

حُر کی صدا سے ہو گئے شبیر بے قرار
خیمے سے اپنے آئے سوئے دشتِ کارزار
دیکھا کہ چُور چُور ہے زخموں سے جاں نثار
آثارِ نزع زردیٔ رُخ سے ہیں آشکار

جاتا ہے سوئے خُلد مسافر چلا ہوا
ہیں پتلیاں پھری ہوئی منکا ڈھلا ہوا

لب ہل رہے ہیں جیسے کہے کوئی داستاں
اٹکا ہے دم گلے میں تو چلتی نہیں زباں
کھنچتے ہیں ہاتھ پاؤں نکلنے لگی ہے جاں
رُک رُک کے لے رہا ہے سرِ خاک ہچکیاں

سانسوں میں اپنی ورد لیے لاالٰہ کا
ہے منتظر ورودِ امامت پناہ کا

زانو پہ اپنے رکھ لیا حضرت نے حُر کا سَر
آنکھیں بھر آئیں کی جو تنِ زار پر نظر
کہنے لگے کہ اے مرے مہمانِ نامور
تیار تیرے واسطے اب خلد میں ہے گھر
تجھ کو خدا نے بخش دیا ہے حساب سے
کہیو مرا سلام رسالتمآب سے

حُر کی زبان سے نہ مگر کچھ کہا گیا
رعشہ بدن کا بڑھنے لگا ضعف چھا گیا
اپنے لہو میں خود ہی بہادر نہا گیا
نظروں میں رفتہ رفتہ اندھیرا سما گیا
آنکھوں میں لے کے جلوہ خیر البشر گیا
رُخ جانبِ حسینؑ کیا اور مر گیا

بس اے صبا کہ آنکھ مری ہو گئی ہے تر
عیب و ہنر پرکھتے ہیں مجلس میں دیدہ ور
اب کچھ وفورِ اشک سے آتا نہیں نظر
بس یہ دعا تو آتی ہے اپنی زبان پر
باقی رہے یہ حسنِ بصارت خدا کرے
اللہ سب کو حُر کی بصیرت عطا کرے